دارالافتاء مولانا عبدالرحمن کیلانی

فارم کی مرغیوں کی نجس اشیاء سے پرورش، ان کے گوشت کے استعمال اور پولٹری فارم کی ملازمت کا مسئلہ!

لاہور سے جناب تنقیق ترمان لکھتے ہیں:

"مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

سبزیات، فصلات و باغات کو تو انسانی فضلہ کی "خوراک" دے کر اس کا بدل، استحالہ (METAMORPHISM) بطور سبزی، اناج، پھل وغیرہ کھانا جائز ہے۔ کیا اسی طرح سے:

۱۔ ماکول اللحم جانوروں کو حرام و خباثت پر مشتمل خوراک کھلا کر ان کی پرورش کرنا، ان کی فربہی حاصل کرنا اور انہیں کھانا جائز ہے؟ پولٹری فارم میں استعمال ہونے والی پولٹری فیڈ (مرغیوں کی خوراک) کا غالب حصہ مُردار پر مشتمل ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی بھینس (خصوصاً کسی مرض سے) مر گئی۔ اس کی کھال اتاری اور باقی تمام میت کو کسی نہ کسی طرح پیس کر کچھ اور چیزیں، جن میں بساند والی مچھلی کا چورا (FISH MEAL) اور مذبحے سے حاصل شدہ کثیر مقدار میں دمِ مسفوح کے لوتھڑے (BLOOD MEAL) بھی شامل ہیں، اناج میں ملا کر اسے بطور مرغیوں کی خوراک کے استعمال کرتے ہیں مرغیوں کی خوراک سے مخصوص بُو بھی اسی وجہ سے آتی ہے۔ اس کے علاوہ پولٹری فارمنگ میں اور بہت سے کام ایسے کیے جاتے ہیں مثلاً "ہوائی" انڈے، چوزے بچنیں کاٹنا وغیرہ۔ جن کا جواز محلِ نظر معلوم ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ ماکول اللحم انواعِ حیوانات میں سے پولٹری (مرغی، بطخ) ہی ایسی واحد نوع حیوان ہے، جسے نجی شعبہ میں بڑی کامیابی اور وسعت سے اپنایا جاتا ہے۔ غیر ممالک میں تو گند کی کے ڈھیروں پر مکھیوں کی بہت زیادہ افزائش کر کے ان کے لاروے اور یہ خود مکھیاں

بطور لحمیاتی اور بڑھوتری والی خوراک کے مختلف عمر کے چوزوں کو کھلائی جاتی ہیں۔
براہِ کرم وضاحت فرمائیں کہ ان حالات میں پاکستان میں فارم کی مرغیوں کا گوشت کھانا نیز پولٹری فارم کی ملازمت کرنا کیسا ہے؟ کیا انہیں بھی مندرجہ بالا نباتات پر قیاس کرکے کھاتے رہنا درست ہے؟

۲۔ آم کی اعلیٰ نسل و زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لیے مذبحہ کے دمِ مسفوح کو مصرف میں لانے کا شرعی حکم کیا ہے؟ —— بَیِّنُوا تُوجَرُوا!

شفیق الرحمٰن

وٹرنری آفیسر

متعلم ایم۔ایس۔سی دا آنرز۔میڈیسن

الجواب بعون اللّٰہ الوھاب:

اس سوالنامہ میں سائل نے خود ہی ایک بنیاد فراہم کی اور اسے شرعاً درست قرار دیا ہے، پھر اسی بنیاد پر چند سوال اٹھائے ہیں۔ سائل کی فراہم کردہ بنیاد یہ ہے کہ:

"سبزیات، فصلات اور باغات کو انسانی فضلہ کی خوراک دے کر اس کا بدل، استحالہ (METAMORPHISM) بطور سبزی، اناج، پھل وغیرہ کھانا جائز ہے۔

اس بنیاد پر سائل نے دو سوال اٹھائے ہیں۔ ہم جوابی سہولت کی خاطر پہلے سوال نمبر ۲ سے تعرض کرتے ہیں جو یہ ہے کہ:

"..... تو کیا اس طرح آم کی اعلیٰ نسل یا زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لیے مذبحہ کے دمِ مسفوح کو مصرف میں لانا درست ہے؟"

اب دیکھئے یہ سوال دراصل یوں بنتا ہے کہ باغات کو انسانی فضلہ دے کر پھل حاصل کرنا تو شرعاً درست ہے، مگر کیا آم کی اعلیٰ یا زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لیے دمِ مسفوح کا استعمال بھی درست ہے؟ گویا بنیاد میں اگر باغات کا لفظ آیا ہے تو سوال میں آم کا ہے۔ اور بنیاد میں انسانی فضلہ کا ذکر ہے تو سوال میں دمِ مسفوح کا! —— ہمارے خیال میں باغات اور آم میں فتویٰ کے لحاظ سے چنداں فرق نہیں پڑتا۔ رہا انسانی فضلہ اور دمِ مسفوح کا

تقابل، اگرچہ یہ دونوں اشیاء انسانی خوراک کے لحاظ سے حرام ہیں مگر اس حرمت کا اطلاق نہ زمین کے لیے ہو سکتا ہے اور نہ باغات یا آم کے درخت پر۔ کیونکہ یہ اشیاء کسی شرع کی مکلف نہیں ہیں۔ اور انسانی فضلہ اور دمِ مسفوح میں فرق یہ ہے کہ دمِ مسفوح کی نسبت انسانی فضلہ زیادہ نجس، ناپاک اور بدبودار ہوتا ہے لہٰذا اگر زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لیے انسانی فضلہ کو استعمال میں لانا شرعاً درست ہے تو دمِ مسفوح کا استعمال، بدرجہ اولیٰ درست ہونا چاہیئے۔

اب ہم سائل کے پہلے سوال کی طرف آتے ہیں، جو دراصل ایک سوال نہیں بلکہ کئی سوالوں کا مجموعہ ہے۔ سہولتِ تفہیم کی خاطر ہم انہیں شق ا، ب، ج کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔

(ا) سوال کے پہلے حصہ کی عبارت یوں بنے گی کہ:

"سبزیات، فصلات و باغات کو تو انسانی فضلہ کی خوراک دے کر اس کا بدل (استحالہ) بطور سبزی، اناج اور پھل وغیرہ کھانا جائز ہے، تو کیا اسی طرح سے ماکول اللحم جانوروں کو حرام و خبائث پر مشتمل خوراک کھلا کر ان کی پرورش کرنا اور انہیں کھانا جائز ہے؟ ــــ کیا انہیں بھی ان نباتات پر قیاس کر کے کھاتے رہنا درست ہے؟"

اب دیکھئے مٹی کا کھانا تو حرام ہے تاہم یہ ایک پاک چیز ہے، ناپاک نہیں۔ پھر یہ دیکھئے کہ کوئی بھی حرام یا ناپاک اور نجس چیز، جو کچھ عرصہ سطح زمین پر پڑی رہے یا زمین میں دفن کر دی جائے تو وہ مٹی میں مل کر مٹی ہی بن جاتی ہے۔ اور جب مٹی بن جاتی ہے تو اس صورت میں یہ چیز مثلاً انسانی فضلہ ناپاک نہیں رہتا، بلکہ مٹی کے حکم میں داخل ہو جاتا ہے۔ ذرا اس تعفن کو ذہن میں لایئے جو انسانی فضلہ کے زمین پر پڑتے پھر پانی کے شامل ہوتے اور پھر اُوپر سے سورج کی گرمی پڑنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن جب ایسی نجس و ناپاک چیز کے اجزاء زمین میں مل کر مٹی بن جاتے ہیں، تو اسی مٹی سے استنجا کرنا بھی درست ہوتا ہے۔ یعنی وہی مٹی جو انسانی فضلہ کے بدل میں بنی تھی، اب پھر انسانی فضلہ کی نجاست دُور کرنے کے کام بھی آنے لگتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اب اس پر مٹی ہی کے احکام صادر ہوں گے۔ بالکل اسی طرح ماکول اللحم جانور خواہ کتنی ہی نجس و

و ناپاک یا حرام چیز کھا جائیں، جب ایسی غذا کے اجزاء ماکول اللحم جانور کے گوشت پوست میں بدل جائیں گے تو ان پر ماکول اللحم جانور کے احکام صادر ہوں گے۔ ان کا گوشت اور ہر ایک کھانے کے قابل حصہ بالکل حلال وطیب قرار پائے گا۔ خواہ یہ جانور پہلے غلاظت اور دمِ مسفوح ہی کھاتا رہا ہو۔ اور اس حرام یا خبیث خوراک کا، جس سے اس ماکول اللحم جانور کا گوشت پوست بنا ہے، قطعاً خیال نہ کیا جائے گا۔ پھر جس طرح ہمیں یہ سوچنے کی ضرورت نہیں کہ انسانی فضلہ یا مُردار جب مٹی کی شکل اختیار کرتا ہے تو یہ تبدیلی طبعی ہوتی ہے یا کیمیائی، اسی طرح ہمیں یہ سوچنے کی بھی قطعاً ضرورت نہیں کہ ماکول اللحم جانور کا گوشت جس حرام یا ناپاک چیز سے بنا ہے تو آیا یہ تبدیلی طبعی ہے یا کیمیائی؟ —— یہ تبدیلی جیسی بھی تھی، جب یہ غذا ماکول اللحم جانور کے گوشت پوست میں تبدیل ہو گئی، تو اس کا کھانا اور کھلاتے رہنا شرعاً بالکل درست ہو گا۔

(ب) دوسرا جزوی سوال یہ ہے کہ:

"یاد رہے کہ ماکول اللحم حیوانات میں پولٹری (مرغی، بطخ) ہی ایسی واحد نوع حیوان ہے، جسے نجی شعبہ میں بڑی کامیابی اور وسعت سے اپنایا جاتا ہے۔ غیر ممالک میں تو گندگی کے ڈھیروں پر مکھیوں کی بہت زیادہ افزائش کر کے ان کے لاروے اور یہ خود مکھیاں بطور لحمیاتی اور بڑھوتری والی خوراک کے مختلف عمر کے چوزوں کو کھلائی جاتی ہیں۔ ان حالات میں پاکستان میں فارم کی مرغیوں کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ نیز پولٹری فارم کی ملازمت کرنا کیسا ہے"؟

اب دیکھئے کہ دورِ نبوی میں جب شریعت نازل ہو رہی تھی، اس وقت کی مرغیاں بھی غلاظت کھایا کرتی تھیں اور دمِ مسفوح کو بھی نہ چھوڑتی تھیں۔ اس کے باوجود شریعت نے مرغی کو ماکول اللحم جانور قرار دیا ہے۔ کسی صحابیؓ کو کبھی یہ خیال نہ آیا کہ غلاظت کھا جانے والا جانور حلال کیسے ہو گیا؟ اِس صورت میں اور اُس صورت میں جو سائل نے بیان فرمائی ہے، اگر کچھ فرق ہے تو یہ کہ دورِ نبویؐ کی مرغیاں غلاظت یا دمِ مسفوح خود کھاتی تھیں اور آج کے پولٹری فارم میں انہیں یہ غذا قصداً کھلائی جاتی ہے۔ یا اُس دَور میں جو کچھ وہ کھاتی تھیں وہ تھوڑی مقدار میں ہوتا تھا، لیکن آج انہیں زیادہ مقدار میں ایسی خوراک کھلائی جاتی ہے۔ تاہم اس قسم کی حرام اور گندی خوراک سے گوشت بن جانے کے بعد جیسے مرغیاں

اس دور میں حلال تھیں، آج بھی اسی قاعدہ کے مطابق ضرور حلال ہونی چاہئیں۔ کسی مسلمان کو شریعت مطہرہ نے ہرگز اس بات کا مکلّف نہیں ٹھہرایا کہ وہ یہ بھی ملحوظ رکھا کرے کہ ماکول اللحم جانوروں کا گوشت جس غذا سے بنا تھا، وہ کیسی تھی؟ وہ پاک اور حلال تھی یا حرام اور گندی؟ کیونکہ شرعی تکلیفات کے مکلف تو صرف جنّ وانس ہیں۔ باقی اشیاء مثلاً زمین، درخت یا کسی ماکول اللحم جانور کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اس کی غذا حلال تھی یا حرام؟ ایک بے معنی سی بات ہے۔

لہٰذا ہمارے نزدیک نہ تو پولٹری فارم کی مرغیوں کا گوشت کھانے میں شرعاً کوئی قباحت ہے اور نہ ہی پولٹری فارمنگ کی ملازمت کرنے میں!

(ج) سائل کا تیسرا جزوی سوال یہ ہے کہ:

"اس کے علاوہ پولٹری فارمنگ میں اور بہت سے ایسے کام کیے جاتے ہیں۔ مثلاً ہوائی انڈے، چوچیں کاٹنا وغیرہ۔ جن کا جواز محلِ نظر معلوم ہوتا ہے۔"

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہوائی انڈے حاصل کرنا بھی دراصل زیادہ خوراک حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ پھر اگر زمین کو انسانی فضلہ یا مصنوعی کھادوں کی خوراک دے کر اس سے زیادہ یا اعلیٰ قسم کی پیداوار حاصل کرنا جائز ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ درختوں اور ماکول اللحم جانوروں کو مصنوعی خوراک دے کر یا مصنوعی طریقے عمل میں لا کر، ان سے زیادہ خوراک یا اچھی خوراک حاصل کرنا ناجائز ہو۔ ہمارے خیال میں پیوندکاری کے ذریعہ اچھی اور بہتر خوراک یا پھل حاصل کرنا، جانوروں سے ہوائی انڈے حاصل کرنا اور نسل کشی کے ذریعہ عمدہ جانوروں کی افزائشِ نسل کرنا یہ سب کچھ جائز ہے۔ کیونکہ ان میں سے کوئی چیز بھی شرعاً مکلف نہیں ہے۔ ہاں یہی نسل کشی کا عمل جب انسان کی نوع پر کیا جائے گا، خواہ یہ اولاد حاصل کرنے کے لیے ہو یا زیادہ بہتر اولاد حاصل کرنے کے لیے، تو یہ سب کچھ ناجائز اور قطعی حرام ہوگا۔ کیونکہ انسان شرعی لحاظ سے ایک مکلف مخلوق ہے۔

دورِ نبوی میں صحابہ کرامؓ پیوندکاری کے ذریعہ بہتر اور زیادہ کھجور حاصل کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتی رائے کی بناء پر صحابہؓ کو اس پیوندکاری سے منع کیا تو اس حال میں پھل ناقص بھی آیا اور کم بھی۔ صحابہؓ نے جب یہ صورتِ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی تو آپؐ نے فرمایا:

"أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ" (متفق علیہ) "تم دنیا کے معاملات بہتر

جانتے ہو۔"

چنانچہ صحابہؓ نے آئندہ سے پھر پیوندکاری کا عمل شروع کر دیا۔

اسی طرح دورِ نبوی میں نسل کشی کا عمل بھی ہوتا تھا۔ آپؐ نے نسل کشی سے قطعاً منع نہیں فرمایا۔ البتہ کسبُ الفحل سے ضرور منع فرمایا ہے۔ یعنی اچھی قسم کا نر رکھنے والے کے پاس اگر کوئی شخص ملاپ کے لیے مادہ لائے، تو نر کا مالک مادہ کے مالک سے ملاپ کی اجرت وصول نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایسی کمائی سے منع فرمانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نسل کشی کا عمل فی نفسہٖ جائز ہے۔

رہا چونچیں کاٹنے کا عمل، تو یہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ لحمیاتی خوراک کثیر مقدار میں کھلانے سے جانوروں میں دوسرے جانوروں کو چونچیں مارنے اور کاٹ کھانے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اس کا علاج یہ سوچا گیا ہے کہ چونچ کے نچلے جبڑے کا کچھ حصہ کاٹ دیا جاتا ہے۔ یہ عمل بھی شرعاً ناجائز نہیں قرار پا سکتا۔ اگر کسی جانور کو کسی مصلحت کی خاطر خصی کر دینا یا داغنا جائز ہے، تو کسی دوسرے جانور کا کسی مصلحت کی خاطر چونچ کا نچلا حصہ کاٹ دینا بھی جائز ہو سکتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ چیز خلق اللہ کی تغییر میں شامل نہیں۔ کیونکہ اس طرح چونچ کاٹنے کا عمل کسی کو نظر نہیں آتا۔ نہ اس میں خوبصورتی کا کچھ تعلق ہے اور اس عمل میں شرک کا کوئی ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا، جس سے قرآنِ کریم نے منع فرمایا ہے۔

چند مزید وضاحتیں:

جہاں تک سائل کے سوالات اور ان کے جوابات کا تعلق تھا وہ تو ہو چکے۔ اب میں قارئین کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے سوالات عموماً حد سے زیادہ احتیاط کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ ایسی احتیاط، جس کے لیے مسلمان ہرگز مکلف نہیں ہے۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب السوال باسماء اللہ میں مذکور درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیے:

"عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ هُنَا أَقْوَامًا حَدِيثًا عَهْدُهُمْ بِشِرْكٍ يَأْتُونَنَا بِلُحْمَانٍ لَا نَدْرِي يَذْكُرُونَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا أَمْ لَا؟ قَالَ اذْكُرُوا أَنْتُمُ اسْمَ اللّٰهِ ثُمَّ كُلُوا"

"حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "یا رسولؐ اللہ، یہاں چند ایسے آدمی ہیں کہ ابھی ابھی ان کا شرک کا زمانہ گزرا ہے۔ وہ ہمارے پاس کٹا ہوا گوشت (بیچنے کو) لاتے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے اس پر اللہ کا نام لیا یا نہیں"؟ آپؐ نے فرمایا "تم خود اللہ کا نام لے کر کھا لیا کرو۔"

اب دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائلین سے یہ نہیں فرمایا کہ یہ حلال حرام کا معاملہ ہے، کوئی معمولی بات نہیں۔ لہٰذا اس بات کی پوری تحقیق کر کے کھانا چاہیئے۔ بلکہ آپؐ نے اشتباہ کے بجائے اباحت کے پہلو کو ملحوظ رکھا اور مزید تسلی کے لیے خود اللہ کا نام لینے کا حکم دیا۔

اب دورِ فاروقی کا ایک واقعہ بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔ خود حضرت عمرؓ ایک دفعہ سفر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک تالاب کے قریب اُترے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ (فاتح مصر) بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے لوگوں سے پوچھا "اس تالاب سے درندے تو پانی نہیں پیتے؟" حضرت عمرؓ نے لوگوں کو اشارہ سے روک دیا کہ "نہ بتانا"۔ اس سے دو اصول ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ اصل چیز اباحت ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر کسی چیز کی ظاہری حالت صحیح ہے تو اس کی حلت و حرمت کے سلسلہ میں غیر ضروری تفحص اور جستجو کے ہم مکلف نہیں ہیں۔ یہ واقعہ "الفاروق" از شبلی نعمانی (مطبوعہ سنگ میل پبلیکیشنز) صفحہ ۳۵۰ پر ہے۔

حلت و حرمت کا ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ زمین، درخت یا ماکول اللحم جانوروں کا قصہ تو دُور کی بات ہے، خود انسانوں کی دنیا میں ——— جو تکالیفِ شرعیہ کے مکلف ہیں، ایک شخص کی حرام کی کمائی اگر جائز طریقے سے دوسرے کی طرف منتقل ہو جائے، تو دوسرے آدمی کے لیے وہ حلال ہو گی۔ فقہی زبان میں اسے یوں بیان کیا جاتا ہے کہ "ہاتھ کی تبدیلی سے احکام بدل جاتے ہیں"۔ اس کی مثال یوں سمجھیئے کہ ایک آدمی سودی کاروبار کرتا ہے۔ اب کوئی دوسرا آدمی اس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کر کے اس کی قیمت اس سے وصول کرتا ہے، تو اس آدمی کو خواہ یہ بات معلوم ہو کہ یہ شخص سودی کاروبار کرتا ہے۔ تب بھی وہ رقم اس دوسرے آدمی کے لیے حلال متصور ہو گی کیونکہ اس نے اسے جائز ذریعہ سے حاصل کیا ہے اور دین کے اصول لوگوں کو مشکلات میں ڈالنے کے لیے نہیں بلکہ ان کے معاملات میں آسانی

پیدا کرتے کے لیے ہیں۔

احتیاط میں اس درجہ غلو کا وجود دورِ صحابہؓ میں تو نہیں تھا۔ بعد کے ادوار میں زُہّاد و عُبّاد قسم کے لوگوں میں ایسی احتیاط کا آغاز ہوا۔ پھر طبقۂ صوفیہ نے اسے پروان چڑھایا۔ اور تذکرہ نگاروں نے اس قسم کے واقعات میں خوب خوب رنگ بھرا۔ چنانچہ ایک تذکرہ نگار نے حضرت سفیان ثوریؒ کے متعلق لکھا ہے کہ :

"جب کوئی آپ کی دعوت کرتا تو رَد نہ کرتے لیکن روٹی اپنے گھر سے لے جاتے اور وہی کھاتے۔ صاحبِ خانہ کی دریافت پر فرماتے، مجھے اپنی روٹی کا حال معلوم ہے مگر مجھے معلوم نہیں کہ حلال مال سے ہے یا حرام سے، تیرے بلانے سے آگیا مگر روٹی اپنی کھاؤں گا" (مقربانِ حق۔ حافظ احمد دین چشتی ص ۶۵ مطبوعہ قرآن سوسائٹی۔ لاہور، ساہیوال)

حضرت سفیان ثوریؒ کے متعلق ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ اپنی روٹی ساتھ لے جاکر میزبان کے پاس یہ روٹی کھا کر اس کا یوں جی بہلاتے ہوں گے۔ تاہم تذکرہ نگاروں کے ہاں کسی کی بزرگی کے جو پیمانے ہیں، ان کے مطابق انہوں نے ایسا واقعہ حضرت سفیان ثوریؒ کے نام بھی جڑ دیا۔ تذکرہ نگار حقیقت نگاری سے ذرا پرہیز ہی بہتر سمجھتے ہیں۔

اسی تذکرہ نگار نے احمد بن حربؒ کے متعلق درج ذیل واقعہ لکھا ہے :

"نقل ہے کہ ایک بار آپ کی والدہ نے مُرغ ذبح کر کے کہا کہ یہ میرے گھر کا پالا ہوا مرغ ہے۔ اس میں کچھ شک و شبہ نہیں، اسے کھاؤ۔ آپ نے کہا یہ وہی مرغ تو ہے جو ایک روز ہمسائے کے کوٹھے پر چلا گیا اور وہاں سے دانے کھا آیا تھا۔ یہ میرے لیے حلال نہیں۔" (ایضاً ص ۱۱۴)

احمد بن حرب کے متعلق یہ واقعہ اس لحاظ سے قابلِ تسلیم بھی ہے کہ اس دَور میں اس قسم کا غلو طبقۂ صوفیہ میں داخل ہو چکا تھا۔ مگر سوچنے کی بات ہے کہ اگر حلال و حرام کا یہی معیار قائم کیا جائے تو دُنیا میں کوئی بھی چیز حلال ثابت کی جا سکتی ہے؟ اس معیار کے مطابق تو بڑے سے بڑے زاہد اور صوفی کی زندگی میں بھی شبہ کے بیسیوں پہلو نکل آتے ہیں۔ پھر ایک بزرگ ایسے بھی ہو گزرے ہیں، جنہوں نے ایک دفعہ مرغی کو غلاظت کھاتے دیکھ لیا تو قسم کھائی کہ آئندہ مرغی کا گوشت نہ کھایا کریں گے۔ ایسے ہی محتاط قسم کے صوفیہ کے متعلق

امام ابن قیم تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

امام ابن قیم کا فتویٰ

"یا اتنا صوفی و پرہیزگار بنا پھرے کہ عام مسلمانوں کا کھانا طعام ہی ترک کردے کہ مبادا اس کے اندر حرام و مشتبہ مال چلا جائے۔

بعض علم سے کورے اور جاہل صوفیہ و زہاد پر تو اس بیہودہ ورع و پرہیزگاری کا جنون اس قدر سوار ہوا کہ اسلامی شہروں کی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز تک کو حرام و مشتبہ سمجھ کر ٹال دیتے اور نہ کھاتے مگر عیسائی شہروں سے آئی ہوئی چیزوں کو حلال و طیب سمجھ کر ڈکار جاتے۔ تو دیکھیے ان جاہل صوفیوں کو جہل مفرط اور غالیانہ زہد نے ہی اہل اسلام سے بدظن کردیا اور عیسائیوں کے حق میں حسن ظنی اور خوش فہمی کا بیج بو دیا نعوذ باللہ!" (ذکر الٰہی ص ۳۲ ترجمہ (ابل الصیب از ابن قیم)

اس تبصرہ میں امام موصوف نے ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے جو یہ ہے کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں غلو کی حد تک احتیاط کرنے والے صوفی بعض دفعہ کسی بڑی غلطی یا بڑے جرم میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جس کا انہیں کبھی بھولے سے خیال بھی نہیں آتا۔

جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد کے درج ذیل شعبوں میں پرائمری / مڈل پاس اور دینی مدارس کے ضرورت مند طلبہ کا **داخلہ** شروع ہے۔

شعبہ جات: ۱۔ المتوسطہ ۲۔ الثانویہ، ۳۔ العالیہ، ۴۔ الفضیلۃ (تخصص)

امتیازی خصوصیات

جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں مکمل دینی تعلیم کے ساتھ بی۔اے تک پورے نصاب کا اہتمام۔

● مدینہ یونیورسٹی سے جاری معادلہ کے علاوہ ● یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی جانب سے جامعہ کی سند ایم اے عربی کے برابر تسلیم شدہ۔ ● اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے جامعہ تعلیمات کا معادلہ ہو چکا ہے اور اس کی بنیاد پر یونیورسٹی کے شعبوں میں داخلہ کی سہولت۔

طبیب بنیے!

دینی مدارس کے فاضل حضرات کے علاوہ الثانویہ یا موقوف علیہ کے مستند حضرات جامعہ طبیہ اسلامیہ میں داخلہ حاصل کریں۔ طب اسلامی کو خدمت خلق اور معیشت کا ذریعہ بنائیں اور دینی علوم سے بہرہ ور ہو کر دعوت الی اللہ اور قرآن و

دینی طلبہ کے لیے

درخواستیں معہ فوٹو اسٹیٹ اسناد اور اخلاقی سرٹیفکیٹ بلا تاخیر بھجوا دیں۔ داخلہ "پہلے درخواست پہلے داخلہ" کی بنیاد پر ہوگا۔

عبدالرحیم اشرف، جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد فون نمبر: 40382